مقدمہ مفیدہ

مطالعہ تاریخ کے چند بنیادی اصول وضوابط

از......علامہ ابوانس علوی

علم تاریخ کی افادیت واہمیت ایک مسلمہ حقیقت:

علم تاریخ درحقیقت انسانیت کے ارتقائی سفر کی داستان ہے، تاریخ انسانی ہی انسان کے لیل ونہار، تعمیر وتخریب، حوادث وسانحات، عروج وزوال اور انفرادی واجتماعی واقعات کا ایک تلخ مرقع ہوتی ہے۔ تاریخ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں گذشتہ نسلوں کے بیش بہا تجربات کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرتی ہے۔ اس تاریخ کے توسط سے ماضی کی غلطیوں پر متنبہ ہوکرنئی پالیسی وضع کی جاسکتی ہے، جس سے حال کوخوشحال اور مستقبل کوروشن کیا جاسکتا ہے۔

تاریخ نویسی میں چونکہ اپنے اسلاف کے حسن وقبح کو بیان کیا جاتا ہے اور ہر مؤرخ اپنے نقطہ نظر سے سوچتا ہے اور اسی نظر سے لکھتا ہے اور تاریخ کا کوئی خاص اصول نہ ہونے کی وجہ سے وثیقہ تاریخ اس درجہ کی ثقاہت حاصل نہ کرسکا جوکہ اس عنوان کا تقاضا تھا اور یہ طے شدہ بات ہے کہ بے اصولیاں ہمیشہ کچھ اصولوں کی بنیاد بن جاتی ہیں، لہٰذا نسل انسانی کی بے اصولیوں نے کچھ اصولوں کوجنم دیا اور تاریخ تعمیر نو کے سخت مرحلے سے گزری۔

بعض وہ لوگ جوعلوم تاریخ سے تو آشنائی رکھتے تھے، مگروحی کی روشنی سے محروم تھے، انہوں نے تاریخ کی جس طرح منظرکشی کی، وہ ایک مستقل تاریخ ہے، جس کی تفصیل اس جگہ مقصود نہیں، البتہ بعض مقدس شخصیات کے حوالے سے تاریخ کی آڑ میں زہر اُگلا گیا ہے اور اُگلا جارہا ہے، جوشخصیات اسلام میں اساسی حیثیت رکھتی ہیں، لہٰذا تاریخ کے طالب علم اور مطالعہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مطالعۂ تاریخ کے چند بنیادی اصول وضوابط پیش نظر رکھے۔

مطالعۂ تاریخ کے عمومی اصول وضوابط کا بیان تو ایک وسیع مضمون ہے، جس کے لئے یہ چند اوراق ناکافی ہیں، تاہم یہاں ہم صرف ان اصول وضوابط کا تذکرہ کرتے ہیں جن کا تعلق صحابہؓ واہل بیتؓ کی تاریخ سے ہے، تاکہ تاریخ کے زہریلے سانپ کا کسی قدر تریاق ہوسکے، اس سلسلہ میں چند اصول پیش خدمت ہیں:

Scanned with CamScanner

صحابہؓ واہل بیتؓ مذہب کا موضوع ہیں، تاریخ کا نہیں:

۱)...... پہلا اصول یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ واہل بیتؓ کے متعلق کسی بھی بصری و سمعی لٹریچر سے استفادہ سے پہلے یہ بات ذہن میں ہونا ضروری ہے کہ یہ دونوں طبقات مذہب کا موضوع ہیں، تاریخ کا موضوع نہیں، اگر چہ تاریخ اسلام کی بنیاد بھی انہی نفوس مقدسہ کی حیاتِ مبارکہ سے اٹھی ہے، لیکن ان حضرات کو پرکھنے کا آلہ تاریخی روایات نہیں ہیں، بلکہ ان کو پرکھنے کی کسوٹی شریعتِ اسلام کے وہ محکم اصول وضوابط ہیں جنہوں نے ان ہستیوں کی آئینی حیثیت کو واضح کیا ہے، لہٰذا کسی بھی کتاب میں اگر کسی صحابی کے متعلق ایسی بات نظر آئے، جو اصولِ شریعت سے متصادم ہو، تو ترجیح بہر صورت شریعت کو ہوگی اور اس تاریخی روایت کو یا تو تطبیق دی جائے گی، یا راجح مرجوح کو دیکھا جائے گا، اگر کسی طرح بھی بات نہ بنے، تو اس روایت کو چھوڑ کر اصل الاصول کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

زہر اور کشتہ زہر کے فرق کو ملحوظ خاطر رکھا جائے:

۲)......دوسرا اصول یہ ہے کہ ایک گناہ جب عام آدمی کے نامہ اعمال میں ہو، تو وہ انتہائی نقصان دہ ہے، جب تک وہ زندگی میں توبہ نہ کرلے اور اللہ اسے معاف نہ کردے، وہ گناہ ایسا زہر ہے جو دنیا وآخرت کو برباد کردینے والا ہے، لیکن بالکل ویسا ہی گناہ جب کسی صحابی یا اہل بیت کے نامہ اعمال میں نظر آئے، تو اسے گناہ نہیں کشتہ گناہ سمجھا جائے گا، جس طرح شنگرف تو نقصان دہ زہر ہے، لیکن کشتہ شنگرف انتہائی مجرب دواء ہے، بعینہٖ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضراتِ صحابہؓ واہل بیتؓ کو آزمائش کی بھٹیوں میں ایسا کندھن بنایا تھا کہ ان کے گناہوں کو بھی نیکیوں سے بدل دیا، چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ أُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ﴾[1]

یہ وہ طبقہ ہے جس کے گناہوں کو بھی نیکیوں سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔

لہٰذا کسی صحابی کے بظاہر گناہ کا واقعہ کسی تاریخ یا حدیث کی کتاب میں پڑھ کر ان مقدس ہستیوں کے بارے میں بدگمان نہیں ہونا چاہئے اور نہ کوئی تبصرہ کرنا چاہئے۔

جرح وتعدیل کے مسلمہ اصولوں کو مدنظر رکھا جائے

۳)......تیسرا اصول یہ ہے کہ حضراتِ صحابہؓ واہل بیتؓ کے متعلق کسی بھی مورخ، محدث یا محقق کی

---

(۱) سورة الفرقان، آیت: [۷۰]

Scanned with CamScanner

جرح کو بالکل اہمیت نہیں دینی چاہئے بلکہ ان سے متعلق کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے محدثین کے اس اصول کو مدنظر رکھا جائے، جو انہوں نے بڑے ائمہ حدیث، نامور ائمہ فقہ اور امت کی مقتدر ہستیوں کے بارے میں بیان کیا ہے، چنانچہ علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں:

"إِنَّ مَنْ ثَبَتَ عَدَالَتُهُ وَإِمَامَتُهُ وَكَثُرَ مَادِحُوْهُ وَنَدُرَ جَارِحُوْهُ وَكَانَتْ هُنَاكَ قَرِيْنَةٌ دَالَّةٌ عَلٰى سَبَبِ جَرْحِهِ مِنْ تَعَصُّبٍ مَذْهَبِيٍّ أَوْ غَيْرِهِ فَإِنَّا لَانَلْتَفِتُ إِلَى الْجَرْحِ فِيْهِ وَيُعْمَلُ فِيْهِ بِالْعَدَالَةِ"۔[1]

ترجمہ: جس شخص کی امامت اور عدالت ثابت ہو، اس کی مدح کرنے والے کثیر ہوں، اس کی جرح کرنے والے بہت قلیل ہوں اور یہ قرینہ بھی موجود ہو کہ یہ جرح تعصب مذہبی کی وجہ سے یا کسی اور (عناد) کی وجہ سے کی جارہی ہو، تو ہم ایسی جرح کی طرف بالکل توجہ نہیں کریں گے اور ہم اس میں عدالت ہی پر عمل پیرا رہیں گے۔

اس اصول کی روشنی میں حضرات صحابہؓ واہل بیتؓ کی جماعت کو اگر دیکھا جائے، تو یہ وہ طبقہ ہے جس کی عدالت وثقاہت کی گواہی خود ذات باری تعالیٰ نے دی ہے:

﴿أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ﴾[2] ﴿أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[3] ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾[4]

یہ وہ مقدس دستاویزات ہیں، جو کریکٹر سرٹفکیٹ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اس طبقہ کو عطاء فرمائی ہیں، ان کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اجماعی فیصلہ ہے کہ

"إِنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ عُدُوْلٌ بِتَعْدِيْلِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ لَهُمْ"۔[5]

ترجمہ: سب صحابہ اللہ اور اس کے رسول کی تعدیل کی وجہ سے عادل ہیں۔

اس لئے اگر کوئی مصنف چاہے وہ علم وتقویٰ کے کتنے ہی بلند معیار پر کیوں نہ ہو اگر اس کی کتاب میں کسی بھی صحابی کے متعلق کوئی ایسی بات پائی جائے، جس سے اس صحابی کی عظمتِ شان میں فرق آتا ہو، تو اولاً ایسی روایت کا صحیح محمل تلاش کیا جائے گا، تا کہ تطبیق ہو سکے، یا پھر اُسے منسوخ قرار دیا جائے گا، اس لئے کہ صحابہ کے بارے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ قطعی ہے اور تاریخی روایت کی بات محض ظنی اور تخمینی ہے اور حق اور قطعیت کے سامنے ظن اور تخمینے کی کوئی حیثیت نہیں، اس لئے امام ابوزرعہ

---

(۱) قاعدة الجرح والتعديل:(ص:۹،۱۰) دراسات في الجرح والتعديل:(ص:۱۹۰)

(۲) سورة الحجرات،آيت:[۷] (۳) سورة المجادلة،آيت:[۲۲]

(٤) سورة المجادلة،آيت:[۲۲] (٥) دراسات في الجرح والتعديل:(ص:۱۷٦)

Scanned with CamScanner

رازیؒ نے حضرات صحابہؓ واہل بیتؓ کے متعلق بدگوئی کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

"إذَا رَأَيتَ الرَّجُلَ يَنتَقِصُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَاعْلَمْ أَنَّهُ زِنْدِيقٌ، وَذٰلِكَ أَنَّ الرَّسُولَ عِنْدَنَا حَقٌّ ، وَالْقُرْآنَ حَقٌّ ، وَإِنَّمَا أَدَّى إِلَيْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ وَ السُّنَنَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَإنما يُرِيْدُوْنَ أَنْ يُجَرِّحُوْا شُهُوْدَنَا لِيُبْطِلُوْا الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ"۔[1]

ترجمہ: جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو صحابہ میں سے کسی ایک کی شان کو گھٹا رہا ہو، تو جان لو کہ یہ شخص زندیق ہے، اس لئے کہ ہمارے رسول ﷺ برحق ہیں اور ہمارا قرآن برحق ہے اور یہ قرآن وسنت ہمیں صحابہ ہی نے پہنچائے ہیں اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے دین کے ان گواہوں (یعنی صحابہ) کو مجروح کر کے ہماری کتاب وسنت کو باطل قرار دیں۔

اور بدقسمتی سے تاریخ کا قلمدان عموماً اسی طبقہ کے ہاتھ میں رہا ہے جو طبقہ حضرات صحابہؓ اور اہل بیتؓ کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا، صحابہ کے ہاتھوں سے ہونے والی میدان جنگ کی شکست کا بدلہ اس طبقہ نے تاریخ نویسی کے میدان میں لیا اور گواہان نبوت کی ایسی کردار کُشی کی کہ شرم وحیاء بھی سر پیٹ کر رہ گئی، لہٰذا صحابہ کرام کی شان کم کرنے والی بات کہیں سے بھی ملے، اس کو دل ودماغ میں ہرگز ہرگز جگہ نہ دی جائے اور تعدیل والے اصول کو مدنظر رکھا جائے۔

مصنف ومؤرخ کے الفاظِ استدراک اور تشریح سے چوکنا رہا جائے:

۴)...... چوتھا اصول یہ ہے کہ بسا اوقات سوانح نگار اور مؤرخ کسی مقدس شخصیت کے حالات زندگی ایسے عمدہ انداز سے قلمبند کر رہا ہوتا ہے کہ قاری پر سحر طاری ہو جاتا ہے، لیکن اچانک مصنف کا قلم یوٹرن لیتا ہے اور سابقہ سارے وثیقے پر پانی پھیر دیتا ہے، مثلاً مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں جانے والے لشکر کے سالار حضرت عکرمہ کو سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ جب تک خالد بن ولیدؓ نہ پہنچ جائیں حملہ نہ کرنا، مگر حضرت عکرمہؓ نے حملہ کر دیا اور ناکام ہوئے، اب اس واقعہ کو ایک تاریخ نگار نے یوں لکھا:

''حضرت ابوبکرؓ نے عکرمہ بن ابی جہل کو اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا اور شرحبیل کو ان کے پیچھے ان کی مدد کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ شرحبیل کا انتظار کریں، لیکن عکرمہ نے کامیابی کا سہرا تن تنہا اپنے سر باندھنے کے شوق میں شرحبیل کا انتظار کئے بغیر مسیلمہ پر حملہ کر دیا اور شکست کھائی۔''[2]

اس جملہ میں حرفِ ''لیکن'' کے بعد پایا جانے والا زہریلا جملہ ایمان کی زمین پر زہر کی تخم ریزی کے

(۱) الكفاية فى علم الرواية ،للخطيب البغدادى :(ص:۴۹) المكتبة العلمية /المدينة المنورة

(۲) تاريخ ملت :(۱/۱۱۲،۱۱۳) مطبوعہ مکتبہ خلیل لاہور

Scanned with CamScanner

علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ کیا یہ مناسب نہ تھا کہ اس بات کو یوں لکھا جاتا:

''حضرت عکرمہ ؓ نے جب ختم نبوت کے دشمن کو اپنے سامنے دیکھا، تو غیرت ایمانی سے ایسے مغلوب الحال ہوئے کہ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کی نصیحت یاد نہ رہی اور دشمن رسول پر ٹوٹ پڑے، مگر تدبیر کی تشنگی سے نتیجہ فتح کے ماسواء نکلا''۔

اس لئے کتبِ سیرت، تاریخ اور سوانح نگاری کے مطالعہ کے دوران جہاں بھی ''گویا کہ، چونکہ، چنانچہ، لیکن، مطلب یہ ہے کہ'' وغیرہ جیسے الفاظ آئیں، وہاں فوراً چوکس ہو جائیں کہ ممکن ہے کہ آگے ایسی گھاٹی ہو، جس میں گر کر ایمان سلامت نہ رہے، ایسے الفاظ پر محتاط ہونا آپ کو تاریخی زہر سے محفوظ رکھے گا، ورنہ یہ ایسی اندھیری کھائی ہے، جہاں گرتے تو کئی دیکھے گئے ہیں، مگر واپس نکلتا کوئی نہیں دیکھا گیا۔

کتاب سے پہلے مُصنِّف کو پڑھنے کی کوشش کیجئے

۵)...... پانچواں اصول یہ ہے کہ کسی کی تالیف پڑھنے سے پہلے خود مؤلف کے، کسی کی تصنیف پڑھنے سے پہلے خود مُصنِّف کے اور کسی کتاب کو پڑھنے سے پہلے خود صاحبِ کتاب کے پس منظر، پیش منظر، تہہ منظر اور ذہنی فکر کو جاننا انتہائی ضروری ہے، اس لئے کہ آجکل بازار میں تصنیف نہیں بکتی بلکہ مُصنِّف بکتا ہے، مصنف کا نظریہ بکتا ہے، مصنف کی ذھنیت بکتی ہے، مصنف کا فکر بکتا ہے، بعض اوقات تصنیف بہت عمدہ، دیدہ زیب اور انتہائی معلوماتی ہوتی ہے، لیکن اس کے اندر ایسا Slow poison (سست زہر) چھپا ہوا ہوتا ہے کہ وہ پڑھنے والے کو کہیں کا بھی نہیں چھوڑتا، نہ اس کا دین محفوظ رہتا ہے، نہ اس کی دنیا، اس لئے نہ تو ہر کتاب اس قابل ہوتی ہے کہ اُسے پڑھا جائے اور نہ ہر صاحبِ قلم اس قابل ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کو صحیفہ آسمانی سمجھ کر قبول کر لیا جائے۔

چنانچہ حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بھی ہر طرح کا لٹریچر پڑھنے کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے، ایک مرتبہ جب حضرت عمر ؓ اہل کتاب کی کسی کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے، تو آپ ﷺ شدید خفاء ہوئے اور ارشاد فرمایا:

"أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ، فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَى كَانَ حَيًّا، مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي"[1]

---

(۱) مسند احمد، مسند جابر بن عبداللہ، الرقم: [۱۵۱۵٦]

ترجمہ: اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے، تو میری ہی پیروی کرتے۔

اس لئے ہر پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ دیکھے کہ کیا پڑھ رہا ہے؟ کسی اہل علم اور اہل اللہ سے مشورہ کرلے، کیونکہ اگر تریاق کھائے بغیر سانپوں سے کھیلے گا، تو نتیجہ انتہائی بھیانک ہوگا، بہت سے اصحابِ قلم اپنا خاص ایک تاریخی پس منظر رکھتے ہوتے ہیں، اس لئے بہت ہی عمدہ اسلوب میں مقدس شخصیات کی انتہائی قبیح منظر کشی کر جاتے ہیں اور فسادِ عالم کا ایسا منظر پیش کرتے ہیں کہ بندہ اس دور کے اہل اللہ کو اس کا ذمہ دار ٹھہرانے پر مجبور ہو جاتا ہے اور ساتھ ساتھ اپنی غیر جانبداری کا بھرم بھی قائم رکھتے ہیں۔ بعض مؤرخین کا یہ خاص طرز اور طریقہ واردات ہوتا ہے، مثلاً جنگ جمل اور جنگ صفین کے پس پردہ عوامل کو جانے بغیر محض اُسے اقتدار کی لڑائی قرار دیتے ہیں، باغ فدک کی بحث کو چھیڑ کر ان ہستیوں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں جنھوں نے اپنا تن من دھن خاندان نبوت کے قدموں پر نچھاور کر دیا تھا۔

ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے یہ بات ذہن میں رہے ﴿ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ نے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے، اس لئے کذاب راویوں کی روایتوں، تاریخ نویسوں کے نوشتوں اور خرافہ سازوں کے خرافیات سے اپنے ایمان کو بچانے کا بس ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہر کتاب کا اور ہر کس و ناکس کی کتاب کا مطالعہ ہر گز نہ کیا جائے اور نہ ہر قسم کے واعظ کا وعظ سنا جائے، بلکہ وہ کتاب یا اس کی کتاب پڑھیں اور اس کا وعظ سنیں جسے اہل حل وعقد کے ہاں درجہ استناد حاصل ہو۔

تنقید اور حق تنقید کا معیار:

٦)...... چھٹا اصول یہ ہے کہ کسی کی سوانح حیات یا سیرت کی کتب کے مطالعے کے دوران تنقید اور حق تنقید کا یہ معیار مدنظر رکھا جائے کہ ''محض تنقید کو دیکھ کر ہی راستے نہیں بدل لینے چاہئیں، بلکہ نقاد کی حیثیت کو بھی دیکھ لینا چاہیئے کہ آیا اُسے یہ تنقید کرنے کا حق بھی ہے یا نہیں؟ محض کسی کا عالم و فاضل، محقق یا پروفیسر ہونا اس بات کی سند نہیں ہے کہ وہ جس کی چاہے پگڑی اچھال دے اور جو کچھ اِدھر اُدھر سے سُنے بلا تحقیق عوام میں پھیلا دے''۔ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

''كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ''۔[1]

ترجمہ: آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے اُسے آگے بیان کرنا شروع کر دے۔

(١) صحيح مسلم، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع الرقم:[٥]

Scanned with CamScanner

اسی طرح ایک اور روایت میں آتا ہے:

"بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ"۔[1]

ترجمہ: آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے اُسے آگے بیان کرنا شروع کردے۔

اس لئے ہر نقاد کا نقد قابل اعتماد نہیں ہوتا، امام احمد بن حنبلؒ ارشاد فرماتے ہیں:

"كُلُّ رَجُلٍ ثَبَتَ عَدَالَتُهُ لَمْ يُقْبَلْ فِيهِ تَجْرِيحُ أَحَدٍ"۔[2]

جس شخص کی عدالت ثابت ہو اس کے متعلق کسی کی جرح وتنقید قبول نہیں ہے۔

اور حضرات صحابہؓ واہل بیتؓ کی عدالت وثقاہت تو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، لہٰذا محض کسی کا بعض ضعیف، کذاب، متروک، یا متساہل رواۃ کی بناء پر حضرات صحابہؓ کو خلافت وملوکیت کے خودساختہ کٹہرے میں کھڑا کرنا درحقیقت امانت ودیانت کا خون کرنا ہے، بدگمانی کی تھوڑی سی چنگاری معلومات وتحقیقات کے خرمن کو جلا کر راکھ کردیتی ہے۔

سرکاری لغزشوں کو مذہب کے لئے اصل الاصول نہ بنایا جائے:

۷)......ساتواں اصول یہ ہے کہ سرکاری لغزشوں کو متعلقہ اشخاص تک محدود رکھا جائے اور انہیں مذہب کے لئے اصل الاصول نہ بنایا جائے، کیونکہ جہاں گیری اور جہانبانی میں کچھ ایسی باتیں ہوجایا کرتی ہیں، جنہیں خطاء ولغزش سے تعبیر کیا جاتا ہے، بعض سیرت نگار اور سوانح نگار کسی فرد چاہے وہ حاکم ہو یا محکوم اس کی غلطی کو باقاعدہ آئینی شق بنادیتے ہیں اور اس پر اپنے مذہب اور اخلاقیات کا خیمہ لگا بیٹھتے ہیں اور اسے بنیاد بنا کر پورے مذہب کو ڈائنامیٹ کرنے کی کوشش شروع کردیتے ہیں، یورپی وفارسی متعصب مؤرخین کی یہی اخلاقی کمزوری رہی ہے کہ وہ بادشاہوں کی غلطیوں کو اسلام کی بنیادی غلطیاں سمجھ کر عربدہ نویسی شروع کردیتے ہیں، اگر وہ شخصی تفردات اور غلطیوں کو تعصب کی عینک اتار کر دیکھتے تو انہیں اسلام میں کوئی خامی نظر نہ آتی، لہٰذا قاری کو بھی چاہیئے کہ شخصی معاملات کو اس شخص معین تک ہی محدود رکھے، حضرت عمرؓ اسی لئے تو ایسے معاملات میں بہت حساس تھے اور کسی کو تفرد اختیار نہیں کرنے دیتے تھے، مبادا ان کی یہ ذاتی حیثیت سے کی جانے والی تھوڑی سی غلطی آئندہ نسل کے لئے باقاعدہ قانونی شق بن جائے،

---

(۱) صحیح مسلم، باب النهی عن الحدیث بکل ما سمع الرقم:[۵]

(۲) دراسات فی الجرح والتعدیل:(ص:۶۱)

Scanned with CamScanner

ایک دفعہ جب حضرت طلحہؓ بیت اللہ کا طواف فرما رہے تھے، تو ان کے احرام پر رنگ دیکھ کر ان سے پوچھا کہ کیا یہ رنگ دیا ہوا احرام ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، اے امیر المومنین! یہ تو ویسے احرام کو سرخ مٹی لگ گئی ہے، تو حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّكُمْ أَيُّهَا الرَّهْطُ! أَئِمَّةٌ يَقْتَدِيْ بِكُمُ النَّاسُ"۔[1]

اے جماعتِ صحابہ! تم وہ لوگ ہو جن کی لوگوں نے پیروی کرنی ہے۔

یعنی ایسی شبہ والی چیز سے بھی بچو، جس سے بعد والے غلط راستے پر چل پڑیں، مؤرخین اور سیرت نگار اگر راہِ راست پر نہ ہوں تو وہ شخصی غلطیوں کو بڑھا چڑھا کر دین کا مسلمہ اصول ثابت کرنے کی کوشش کریں گے ہی، لیکن قاریٔ کتاب کو ہوش وحواس قائم رکھنے چاہئیں اور ایسی باتوں کو دل میں جگہ دینے سے گریز کرنا چاہئے۔

اصول تنقیح وتزکیہ شہود میں حدود اور طریقہ ہائے تفتیش وتحقیق کا خیال ضروری ہے

۸)......آٹھواں اصول یہ ہے کہ ہر مؤرخ پر کوئی نہ کوئی رنگ غالب ہوتا ہے، یا تو وہ اپنے عہد کا مرثیہ خواں ہوگا، یا ہجو بیان، کسی خاص نسل وتہذیب کا علمبردار ہوگا یا مخصوص مقاصد کا آلہ کار، بظاہر تو وہ مقدس پیشواؤں کی تاریخ بڑے عمدہ پیرائے میں جاذبِ نظر وقلب عنوان کے ساتھ لکھے گا، لیکن اس کے اصول تنقیح مختلف ہونے کی وجہ سے اس کی بیان کردہ سیرت وتاریخ کا اثر بھی قاری پر مختلف ہوگا۔ جس طرح اہل فارس حضراتِ صحابہ سے بدظنی اس لیئے رکھتے ہیں کہ ان کی کئی ہزار سالہ آمریت کو حضراتِ صحابہؓ نے اسلام کے قدموں پر گرادیا تھا اور اہل مجوس کی حکومت کو اسلامی قلمرو کا حصہ بنا دیا تھا، اس لیئے اس طبقہ نے حب اہل بیت کا فرضی لیبل استعمال کر کے حضرات صحابہ کی ایسی تاریخ مرتب کی ہے کہ تاریخ ہی مسخ کر کے رکھدی اور ان کے نزدیک سب سے بہتر تزکیہ شہود اتنا ہی ہے: ''بسند معتبر منقول است'' کہ راوی کہتا ہے یا یہ بات معتبر سند سے منقول ہے۔ تھوڑی سی بھی فہم فراست رکھنے والا طالبِ حق کبھی اتنی سی بات سے مطمئن نہیں ہوسکتا کہ راوی کہتا ہے، جب تک اس راوی کے مکمل کوائف اور ثقاہت ثابت نہ ہوجائے۔

اہل مغرب جو ظہورِ اسلام سے قبل جہالت کی گھٹا ٹوپ وادیٔ تیہ میں حیران وسرگرداں پھر رہے تھے، جب انہیں اسلام کی برکت سے کچھ شعور ملا، تو انہوں نے افواہوں کو خبر کا درجہ دے دیا اور پھر انہی خبروں کو تاریخ بنا ڈالا اور توثیق رجال تو درکنار بلکہ رجال کے بغیر ہی تاریخ مرتب کرڈالی، گویا انہوں نے تاریخ کے

(۱) مؤطا إمام مالك، كتاب الحج، باب لبس الثياب المصبغة في الاحرام، الرقم: [١١٦٤]

نمک سے سفینے بنا کر دریاؤں میں اتار دیئے۔

مارگولیتھ کی کتاب ''محمدؐ'' اور ''سخاؤ''، نولدیکی مسٹر پامر اور گولڈزیہر کی تصانیف چیخ چیخ کر بتا رہی ہیں کہ ان سب تاروں کی صدا ایک ہی صدا ہے، کچھ غلط فہمیاں کچھ جہالت کچھ تعصب اور باقی سب ہیچ اہل یورپ مورخین اور سیرت نگار ایسی جگہ پر کھڑے ہیں، جہاں انہیں دکھائی تو سب دیتا ہے، مگر سجھائی کچھ نہیں دیتا۔

ان سب کے برعکس اسلام نے دنیا کو تحقیق و توثیق رجال کا ایسا فن دیا کہ حق باطل سے نکھر کر سامنے آ جاتا ہے، روایت حدیث کی چھان بین اور حقیقت تک پہنچنے کے لئے ایک ہی حدیث یا ایک ہی واقعہ کو کم و بیش سو سو اسناد سے جمع کیا تا کہ کسی طرف سے اس میں جھول نہ رہ جائے، یہ صرف محدثین عظام اور مسلمان مؤرخین ہی کا کارنامہ ہے، بلکہ اہل علم جانتے ہیں کہ محدثین اُس حدیث میں اپنے آپ کو یتیم سمجھتے ہیں، جن کی ۱۰۰ سے زائد اسناد نہ ہوں، چنانچہ ابو اسحاق ابراہیم بن سعید الجوہری ارشاد فرماتے ہیں:

''كُلُّ حَدِيثٍ لَمْ يَكُنْ عِنْدِيْ مِنْ مِائَةِ وَجْهٍ فَأَنَا فِيْهِ يَتِيْمٌ ''[1]

ہر وہ حدیث جس کی میرے پاس ۱۰۰ اسندیں نہ ہوں، میں اس میں خود کو یتیم سمجھتا ہوں۔

یہی وہ طرز ہے جو اسلام اور مسلمانوں کو دوسرے مذاہب اور قوموں سے جدا کرتا ہے کہ ہماری تاریخ مجہول اور گمراہ راویوں سے بنائے گئے ریت کے تودے پر قائم نہیں ہے اور نہ ہی افواہوں کی گرد میں اڑنے والے پتنگوں کی طرح بے وقعت ہے، لہٰذا اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ پڑھتے ہوئے اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ مجہول النسب مؤرخین اور سیرت نگاروں کی زلہ ربائی کو اور افواہوں کی بنیاد پر کی گئی نظر غائی کو حقیقت نہ سمجھا جائے اور تلاش حق میں اہل حق سے رجوع کیا جائے۔

تعمیر اور تعمیر نو کے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچا جائے:

۹)......نواں اصول یہ ہے کہ سابقہ اقوام و مذاہب کی اخلاقی زبوں حالی کا ایک بڑا سبب جسے ان کی تباہی کا ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے وہ ''تعمیر اور تعمیر نو کا بے ہنگام فتنہ'' ہے، اپنی مذہبی روایات کو انہوں نے عصر حاضر کے چیلنجز اور ترقی پذیر انسانیت کے تقاضوں سے نمٹنے کیلئے خیر آباد کہہ دیا، یا تحقیق جدید کے نام پر سابقہ تحقیقات میں تشکیکات و شبہات کی پیوندکاری کر دی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اقوام اپنے مرکز سے کٹ کر کٹی ہوئی پتنگ کی طرح مختلف مؤرخین کے ہاتھوں سے ہوتی ہوئی تاریخ کے کوڑادان کا حصہ بن گئیں۔

ذرا سوچا کیجئے کہ یہود و نصاریٰ جو کہ ایک معتبر مذہبی پس منظر رکھتے تھے، ان کا مذہب منظرنامے سے

---

(۱) میزان الاعتدال:(۱/۳۵) دراسات:(ص:۲۸)

Scanned with CamScanner

غائب ہوگیا اور جریدہ عالم پر ان کی بے جان لاشیں رہ گئیں، جو دوسرں کے استخواں نعمت پر ہڈیاں چبا رہی ہیں۔ یہ سب آخر کیسے ہوا۔۔۔؟

یہ ایسے ہوا کہ ان کو ''تعمیر نو'' کے مرض نے جکڑ لیا تھا، مختلف العقول لوگوں کی عقلوں سے دادِ تحسین وصول کرنے کے شوق میں انہوں نے اپنی ہر اس بات کو مذہب بنالیا جو بظاہر دلکش اور انسانی عقول کے لیے تسلی بخش تھی، پھر وہی ہوا

نہ قافلے رہے نہ ساربان

نہ اونٹ رہے نہ حدی خواں

اب یہی فارمولہ ان عقل گذیدہ ودم بریدہ سگان استشراق نے اسلامی تاریخ کے ساتھ کرنا شروع کر دیا، ان روایات سے کنارہ کش ہونے کی صدا بلند کی جو محض عقل خام کے بدنام معیاروں پر پوری نہیں اترتی تھی، ان کی نظر میں:

......کبھی تو حضرت عائشہؓ کی عمر شادی کے لیے موزوں نہیں تھی۔

......کبھی حدیث کا ذخیرہ ایک غیر ضروری بوجھ تھا۔

......کبھی حضرت ابو ہریرہؓ کی کثیر روایات ہدفِ تنقید تھی۔

......کہیں فقہاء عظامؒ کی مساعی جمیلہ موردِ طعن تھیں۔

ایک ہی سُر تھی جسے سب راگوں میں گایا جا رہا تھا:

......پورے دین اسلام کی تعمیر نو ع ہونی چاہیئے۔

......ذخیرہ احادیث سے صحیح وضعیف کو جدا جدا کرنا چاہیئے۔

......ان اقوال کو ختم کر دینا چاہیئے جو عصر حاضر کی عقل کے مطابق نہیں۔

اور ہر اس واقعہ کا انکار کر دیا جائے جو ان کی سیکس زدہ ذہنیت میں بری شکل رکھتا ہے، اس کنسٹریکشن اور ری کنسٹریکشن (تعمیر اور تعمیر نو) کے فتنے نے کئی قوموں کو رخ قرطاس سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا تھا، کاش ہر نئی آواز پر لبیک کہنے سے پھلے وہ جان لیتے کہ

ہے باعث ِ تزیین ِ چمن ،خار بھی، خس بھی

مکمل ذہنی بلوغ اور قلبی رسوخ سے مطالعہ کیا جائے:

۱۰)......دسواں اصول یہ ہے کہ کوئی بھی کتاب لکھی جائے یا پڑھی جائے تو مکمل ذہنی بلوغ اور قلبی رسوخ سے لکھی پڑھی جائے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور صراط مستقیم کی دعا کی جائے، قرب

Scanned with CamScanner

قیامت میں قلم کا فتنہ عام ہوگا، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

"أَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمَ الْخَاصَّةِ، وَفُشُوَّ التِّجَارَةِ، حَتَّى تُعِينَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ، وَقَطْعَ الْأَرْحَامِ، وَشَهَادَةَ الزُّورِ، وَكِتْمَانَ شَهَادَةِ الْحَقِّ، وَظُهُورَ الْقَلَمِ"۔[1]

قیامت کے قریب صرف خاص خاص لوگوں کو سلام کیا جائے گا، تجارت اتنی زیادہ ہو جائے گی یہاں تک کہ بیوی بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہاتھ بٹائے گی اور قطع رحمی عام ہوگی، جھوٹی گواہیاں دی جائیں گی اور سچی گواہی چھپائی جائے گی اور قلم کا چلن عام ہو جائے گا۔

اس پرفتن دور میں سب سے بڑی استقامت اور جوانمردی یہ ہے کہ بندہ زبان وقلم کے فتنوں سے خود کو بچالے اور تحقیق وتجسس اور مطالعہ کی دنیا میں ٹھوکر کھانے سے محفوظ رہے، دجال کے فتنہ کا مقابلہ مادیت سے نہیں روحانیت سے ہوگا، اس لئے اللہ تعالیٰ قرب قیامت میں سیدنا مسیح علیہ السلام کو اس کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نازل فرمائیں گے اور ان کا نام ہی "روح اللہ" ہے، لہٰذا اس باریک سے نقطہ کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے محض ظاہری اور کتابی معلومات تک محدود نہ رہا جائے، بلکہ تزکیہ نفس کے لئے اہل اللہ میں سے کسی شیخ جو کہ متبع سنت ہو اس سے اپنا تعلق مظبوط کیا جائے اور ہر تاریخی کتاب پڑھنے سے پہلے کسی صاحبِ علم وعرفان سے مشاورت کر لی جائے۔

تاریخ وسیرت کے مطالعہ میں کوتاہی کے اسباب سے بچا جائے:

صدر اول کی اسلامی تاریخ خصوصا حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات اہل بیت عظامؓ کی تاریخ وسیرت کے بارے میں گفتگو کرتے اور لکھتے وقت قرآن کریم اور حدیث نبوی کے منہج اور اسلوب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اسی تاریخ کے مطالعے کے دوران کچھ ایسی فنی، تحقیقی اور علمی غلطیاں ہو جاتی ہیں جن کی وجہ سے مطالعہ کا نتیجہ درست نہیں نکلتا، بلکہ اگر صحابہ کرامؓ یا اہل بیت عظامؓ کی تاریخ کا مطالعہ کیا جا رہا ہو، تو ایسی غلطیوں کی پاداش میں آنے والا غلط نتیجہ انسان کو بعض اوقات فکری گمراہی، عقیدے کے فساد اور ذہنی خلش میں مبتلا کر دیتا ہے، لہٰذا تاریخ کے مطالعہ کے دوران عموما اور صحابہ واہل بیت کی تاریخ کے مطالعہ کے دوران خصوصا ان باتوں کا اہتمام ضروری ہے۔

تاریخ اور خصوصا صحابہ کرام واہل بیت عظام کی تاریخ کے مطالعہ دوران فکری گمراہی اور مروجہ کوتاہیوں سے بچنے کے لئے تاریخ کے طالب علم کے لئے درج ذیل چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

---

(۱) مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، الرقم: [۳۸۷۰]

الف...... مستشرق اور مغرب زدہ مصنف کی کتاب کا مطالعہ:

مستشرقین یا ان سے متاثر افراد کی کتب کا مطالعہ اس معاملہ میں انتہائی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ تاریخ اسلام، تاریخ صحابہ، تاریخ اہل بیت یا تاریخ شخصیات پر مبنی ان کتب کا مطالعہ کرے، جو مستند معتمد جید صحیح العقیدہ مسلمان مؤرخین و مؤلفین نے لکھی ہوں، جن مصنفین کے بارے میں آپ کو علم ہی نہیں کہ وہ خود کون ہیں؟ کس عقیدے کا مالک ہے؟ کیسی شخصیت کا مالک ہے؟ اس کی تاریخی کتاب کو پڑھنا آپ کو ذہنی خلفشار میں مبتلا کرے گا، لہٰذا مغربی مصنفین کی کتب یا ان کے تراجم کے مطالعہ سے بچیں، اسی طرح بعض مصنفین خود تو مغربی نہیں ہوتے، لیکن وہ مغرب زدہ ہوتے ہیں، ذہنی غلام ہوتے ہیں، ان کی کتب سے بھی اجتناب ضروری ہے۔ مثلاً حضرت عمر فاروقؓ کی تاریخ و سیرت کو مسلمان سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ مسلمانوں کے خلیفہ رہے ہیں، اور مسلم مؤرخین نے ان کی سیرت پر خوب سے خوب لکھا ہے، اب ان کی سیرت کے لئے آپ کو غیر مستند مؤرخین کی کتب کی محتاجی کی چنداں ضرورت نہیں، کیونکہ ان میں خدا سے، پیغمبر اسلام سے یا کسی مسلمان شخصیت کے کردار سے بدظن کرنے کی کوشش ضرور ہوگی، جس کا نتیجہ فکری گمراہی اور بدعقیدگی پر منتہی ہوگا۔

اسی طرح صلاح الدین ایوبی کی تاریخ، سیرت اور کارناموں کا مطالعہ کرنا ہو تو کسی انگریز یا مغرب زدہ شخص کی کتاب کا ہرگز مطالعہ نہ کریں، وہ لوگ تو ہماری اہم شخصیات کے ساتھ اس طرح کے معاشقے نتھی کر دیتے ہیں کہ جس سے ایک نوجوان یہ سوچنے لگ جاتا ہے کہ کسی کارنامے کی انجام دہی کے لئے ایسے کارنامے (معاشقے) بھی ناگزیر ہیں، تب جا کر کامیابی اور شہرت نصیبے میں آتی ہے۔

ب...... علمائے تاریخ اور ان کے قواعد و مناہج سے ناواقفیت:

تاریخ کے مطالعہ میں دوسری بنیادی کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ مطالعہ کرنے والا علمائے تاریخ اور ان کے قواعد، ضوابط، اسلوبِ نگارش اور ان کے مناہج سے بالکل ناواقف ہوتا ہے، اسے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ تاریخ کی جس کتاب کا وہ مطالعہ کر رہا ہے، اس کتاب کے مصنف کا اسلوب کیا ہے؟ تاریخی روایات کو مدون کرنے اور بیان کرنے میں اس کا طریقہ کار کیا ہے؟ مثلاً علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (المعروف بہ تاریخ ابن کثیر) میں اور امام طبری نے تاریخ الامم والملوک (المعروف بہ تاریخ طبری) میں صحیح احادیث کو ذکر کرنے میں اور روایات، قصوں، واقعات اور حادثات میں کمزور روایتوں سے اعراض کرنے کی شرط نہیں لگائی، بلکہ ان کا اپنا خاص اسلوب اور طریقہ کار رہے، جو ان دونوں حضرات نے اپنی

Scanned with CamScanner

کتب کے مقدموں میں بیان کیا ہے، تاکہ پڑھنے والے کے سامنے مکمل وضاحت آ جائے۔

لیکن بہت سے مفکرین، مصنفین اور مؤرخین ایسے بھی گزرے کہ جنہوں نے کوئی ضابطہ اور اسلوب متعین ہی نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتب کے شروع میں کوئی مقدمہ تحریر نہیں کیا، وہ خود بھی قواعد وضوابط سے ناواقف تھے اور پڑھنے والوں کو بھی ناواقف ہی رکھنا چاہتے ہیں، ان کی تحقیقات اور کتابیں سچائی اور حق سے خالی ہوتی ہیں، ایسی کتب کے مطالعہ سے بھی پرہیز از حد ضروری ہے۔

کسی بھی کتاب کا مقدمہ کتاب اور خود مصنف کا اسلوب سمجھنے میں بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، اس لئے کتاب کے مطالعے سے پہلے اس کا مقدمہ پڑھنا ضروری ہے، تاکہ ہمارے سامنے مصنف کا اسلوبِ تحریر، منہج تحقیق اور ذکرِ روایات کا طریقہ کار واضح ہو جائے۔

ج......روایتِ حدیث میں تساہل، نرمی اور غفلت:

بعض مؤرخین و مصنفین روایتِ حدیث کے معاملہ میں غیر معمولی درجے کا تساہل برتتے ہیں اور بعض حضرات ابتدائی صدیوں سے متعلقہ روایات میں تساہل اور نرمی کی ترغیب بھی دیتے ہیں، یہ بہت بڑی غلطی ہے، تاریخ لکھنے کا یہ قابل تقلید طریقہ نہیں، بلکہ یہ تو مغربی اسلوب ہے، اس سے متاثر ہو کر ایسی باتیں کہی جاتی ہیں کہ روایتِ حدیث میں سختی نہ کی جائے، کیونکہ اہل مغرب سند کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے، جو لوگ اپنے نسب کی حفاظت پر توجہ نہیں دیتے، ان کا حدیث کی سند پر توجہ نہ دینا اچھنبے کی بات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اور کتاب مقدس انجیل کے درمیان سینکڑوں سالوں سے سند منقطع ہے، سند کے سلسلہ میں ان کی کتابِ مقدس کا یہ حال ہے، تو دوسری کتابوں کا حال کیا ہوگا؟

اصحابِ رسول ﷺ اور اہل بیت رسول ﷺ کی تاریخ کوئی معمولی چیز نہیں، بلکہ وہ ہمارے دین کا حصہ ہے، جس طرح دین کے دیگر امور میں سند ضروری ہے، اس میں تساہل جائز نہیں، اسی طرح تاریخ اصحاب میں اور تاریخ اہل بیت میں بھی سند ضروری ہے، تساہل کی گنجائش نہیں، عام تاریخ کو اور اصحاب و اہل بیت کی تاریخ کو کسی حال میں بھی تساہل کے معاملہ میں برابر نہیں کہا جا سکتا، اس میں کوتاہی کے اثرات ہمارے دین پر پڑیں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہماری تاریخ کی پہلی صدی کے ہر واقعہ کو قبول کرنے یا نہ کرنے میں احادیث کی روایت جیسا معاملہ کرنا ضروری ہے، بلکہ عام اخبار اور روایات کے درمیان فرق کرنا چاہئے۔

صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کے بارے میں اگر ایسے اخبار و آثار ہیں جن میں ان کے زہد و تقویٰ،

شجاعت و بہادری، سخاوت وایثار، قربانی وحسن اخلاق وغیرہ قابل تعریف اوصاف وحالات کو بیان کیا گیا ہواوران میں شریعت کے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی لازم نہ آتی ہو، توان کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ ان سے کسی شرعی اصول کو نقصان نہیں پہنچتا، اوران کو بیان کرنے میں آل واصحاب کے مقام و مرتبے میں اضافہ ہی ہوتا ہے، کوئی کمی نہیں آتی۔

البتہ اگر وہ ایسے اخبار وآثار ہوں جو اصول شرعیہ کے خلاف ہوں، یا ان سے فتنے پیدا ہوتے ہوں، یا بعض فیصلہ کن مواقف کا تذکرہ ہو، یا جن سے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے مقام ومرتبے کو نقصان پہنچتا ہو، یا ان میں بعض ایسے امور خلط ملط ہو گئے ہوں، جنہیں ایک سلیم الفطرت شخص کے لئے تسلیم کرنا دوبر ہو، تو اس طرح کے اخبار وواقعات کی سندوں پر گہری نظر رکھنا لازمی امر ہے اوران پر منصفانہ فیصلہ کرنا لازمی ہے۔

یہ وہ بنیادی اسباب ہیں جن کی وجہ سے تاریخ اسلام، تاریخ اصحاب اور تاریخ اہل بیت کے مطالعہ کرنے میں، اس کو لکھنے میں اوراسے آگے پیش کرنے میں کوتاہی ہوتی ہے۔

صحابہ کرامؓ اوراہل بیت عظامؓ کی تاریخ کے سلسلہ میں چند گزارشات

صحابہ کرامؓ اوراہل بیت عظامؓ کی تاریخ پر جتنے بھی اور جس قسم کے بھی شبہات اورالزامات پیش کئے جاتے ہیں، ان کا مطالعہ کرنے کے بعد اوران میں غور کرنے کے بعد اور تجزیہ کرنے کے بعد خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ وہ کل چار قسم کے ہیں:

۱)......ضعیف روایات وآثار:

یہ وہ روایات ہیں جو سند کے اعتبار سے باطل اور من گھڑت ہوتی ہیں اور متن کے اعتبار سے منکر ہوتی ہیں، بعض تاریخی کتب اس قسم کی روایات سے بھری پڑی ہیں، ان کتب کو پڑھتے وقت چوکنا رہنا ضروری ہے، کیونکہ ان میں وہ روایات بھی بکثرت ہیں جو آل بیت واصحاب کے بلند مقام ومرتبے کے مناسب نہیں ہیں، ان کتب کا ذکر آگے چل کر ہم کریں گے۔

ان کتب میں بہت سی ایسی روایات، آثار اور اخبار موجود ہیں جن کو صحابہ کرام اوراہل بیت عظام کے سلسلہ میں گھڑا گیا ہے اس طرح کے شبہات کے سلسلہ میں اصول اور قاعدہ یہ ہے کہ ایسی روایات کو، آثار کو اور اخبار کو بالکل قبول نہ کیا جائے، کسی طرح بھی ان کا اعتبار نہ کیا جائے، کیونکہ یہ جھوٹ کے

Scanned with CamScanner

پلندے ہیں، ان پر اعتماد کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں، یہ عقیدے اور دین کے لئے انتہائی مضر ہیں، کیونکہ آل رسول اور اصحاب رسول مسلمانوں کے دین وعقیدے کا جزء ہیں، پھر ایک مسلمان اپنے لئے یہ کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ وہ دینی امور اور دینی تعلیمات کے سلسلہ میں موضوع، من گھڑت اور جھوٹی روایات کو بنیاد بنائے، جن کی نہ کوئی حقیقت ہے، نہ کوئی اصل ہے، ان جھوٹ کے پلندوں کی وجہ سے ایک مسلمان صریح صحیح احادیث اور قرآن کریم کی قطعی نصوص کا کیسے انکار کرسکتا ہے؟

قرآن کریم میں اہل بیت اور اصحاب کے فضائل ومناقب پر مشتمل ایسی نصوص قطعیہ موجود ہیں کہ کوئی مسلمان ان کا انکار نہیں کرسکتا، ایسی نصوص قطعیہ کی موجودگی میں اہل بیت اور اصحاب کو ایسی کسی جھوٹی یا موضوع روایت کی ضرورت نہیں، جن میں ان کے لئے دیومالائی قسم کے فضائل بیان کئے گئے ہوں۔

۲)......فضائل ومحاسن میں تبدیلی وتغیر:

صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے فضائل ومحاسن کے واقعات وروایات کو جھوٹوں نے عیوب اور مذمت میں تبدیل کردیا ہے، جس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

۳)......صحیح متن میں من گھڑت اضافے:

واقعہ اور روایت کی اصل صحیح ہو، لیکن بعض لوگ اصل متن میں بہت سی باتوں کا اضافہ کردیتے ہیں ، یہاں تک کہ چند کلمات جو ایک صفحے سے زیادہ نہیں ہوتے وہ پوری کتاب بن جاتے ہیں، کیونکہ بہت سی باطل من گھڑت اور جھوٹی باتیں اس میں شامل کرلی جاتی ہیں۔

بطورِ مثال بنوسقیفہ کا واقعہ ہے، یہ واقعہ اپنی اصل کے لحاظ سے ایک صفحہ سے زیادہ نہیں، مگر یار لوگوں نے اس کو اس طرح روایت کیا کہ صحیح روایت کے بالکل برعکس من گھڑت اور موضوع نصوص کو اس میں شامل کرلیا، پھر بعض خودغرض لوگوں نے اس کو اپنا موضوع سخن ہی بنا لیا اور پوری کتاب مرتب کرڈالی، تاکہ اصحاب رسول اللہ ﷺ پر طعن وتشنیع کا موقع ہاتھ آجائے، جس طرح جوہری نے اپنی کتاب ''السقیفہ'' میں یہی اسلوب اختیار کیا، اس کے علاوہ بھی بہتیرے مؤرخین ومصنفین نے اس طرح کا اسلوب اختیار کیا ہے۔ لہٰذا تاریخ کے طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس طرح کی مکاریوں اور علمی خیانت سے چوکنا رہے اور اصل واقعے اور اس میں کئے گئے اضافوں میں فرق تلاش کرے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اصل واقعہ تو مستند ومعتمد مراجع ومصادر میں موجود ہوتا ہے اور صحیح سندوں سے ثابت ہوتا ہے، لیکن اس میں اضافے کی روایتیں قابل اعتماد مراجع سے نہیں لی جاتیں۔

Scanned with CamScanner

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان مردود اور موضوع روایات نے حقوق کو ضائع کرنے میں اور لوگوں کے سامنے حق اور باطل کو گڈمڈ کرنے میں مرکزی کردار کیا اور اب تک یہ ناپسندیدہ کردار ادا کر رہے ہیں، جس سے بعض لوگوں کے ذہنوں میں تاریخ کی مسخ شدہ تصویر بیٹھ گئی ہے اور بیٹھ رہی ہے، اس جھوٹ کی وجہ سے امتِ مسلمہ کی عظیم تاریخی شخصیات کے عظیم کردار پر ظالمانہ، غاصبانہ اور فاسقانہ احکام لگادیئے جاتے ہیں

۴)......بعض روایات میں صحابہ سے غلطی کا وقوع:

بعض دفعہ حدیث یا واقعہ کی سند صحیح ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کا اضافہ، زیادتی یا کمی بھی نہیں ہوتی، البتہ روایت میں بعض غلطیاں ہو جاتی ہیں، جو کسی صحابی سے بھی ہو سکتی ہیں، کیونکہ صحابی معصوم نہیں ہوتا، صحابہ کرام کے بارے میں اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ وہ انسان ہیں، وہ صحیح کام کرتے ہیں اور ان سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں، سبھی انسانوں کی طرح ان سے بھی بھول چوک سرزد ہو سکتی ہے، ان کے حق میں ہم گناہوں سے معصومیت کا دعویٰ نہیں کرتے، البتہ صحابہ کے عادل ہونے پر اجماع ہے، مذکورہ بالا نگارشات اس اجماع کے منافی نہیں۔

عدالت اور معصوم نہ ہونے کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، کیونکہ عدالت کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ سے غلطیاں اور گناہ سرزد نہیں سکتے، اہل حق میں سے کسی نے بھی اس کا دعویٰ نہیں کیا، یہ دعویٰ صرف معصوم شخصیات کے بارے میں ہی صحیح ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ عدالت کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کی روایات کو کسی بھی طرح کے تزکیہ کے بغیر ہی قبول کیا جائے گا اور ان کی عدالت کے اسباب کے بارے میں تحقیق و جستجو نہیں کی جائے گی کیونکہ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ نے ان کا تزکیہ کر دیا ہے۔

جب صحابہ معصوم نہیں تو ان کی اچھائیوں کا تذکرہ کرنا اور ان کی خطاؤں سے سکوت اختیار کرنا ضروری ہے، چنانچہ علامہ ابن ابی زید قیروانی لکھتے ہیں:

وَالْإِمْسَاكُ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ، وَأَنَّهُمْ أَحَقُّ النَّاسِ أَنْ يُلْتَمَسَ لَهُمْ أَحْسَنُ الْمَخَارِجِ وَيُظَنُّ بِهِمْ أَحْسَنُ الْمَذَاهِبِ "[1]

''صحابہ کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ہیں ان کے تذکرے سے باز رہنا ضروری ہے اور وہ لوگوں میں اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان کے حق میں عذر تلاش کیا جائے اور ان کے سلسلہ

(۱) مقدمة رسالة أبي زيد القيرواني، بشرح الأزهري: (ص: ۲۳)

Scanned with CamScanner

میں سب سے بہتر گمان رکھا جائے''۔

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

"وَمَا نُقِلَ عَنْهُمْ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وَاخْتَلَفُوا فِيهِ، فَمِنْهُ مَا هُوَ بَاطِلٌ وَكِذْبٌ، فَلَا يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ، وَمَا كَانَ صَحِيحًا أَوَّلْنَاهُ تَأْوِيلًا حَسَنًا، لِأَنَّ الثَّنَاءَ عَلَيْهِمْ مِنَ اللّٰهِ سَابِقٌ، وَمَا ذُكِرَ مِنَ الْكَلَامِ اللَّاحِقِ مُحْتَمَلٌ لِلتَّاوِيلِ، وَالْمَشْكُوكُ وَالْمَوْهُومُ لَا يُبْطِلُ الْمُحَقَّقَ الْمَعْلُومَ "۔[1]

''ان کے جو جھگڑے اور اختلافات نقل کئے گئے ہیں، ان میں سے بعض باطل اور جھوٹے ہیں جن کی طرف توجہ ہی نہیں کرنی چاہئے اور بعض صحیح ہیں جن کی ہم بہترین تاویل کی ہے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے پہلے ہی ان کی تعریف کر دی ہے جو باتیں بعد میں بیان ہوئی ہیں، ان کی تاویل کی جاسکتی ہیں کیونکہ مسلمہ اصول ہے کہ جو مشکوک اور موہوم ہوتا ہے وہ معلوم اور محقق کو باطل نہیں کرسکتا''۔

علامہ آمدی لکھتے ہیں:

"اَلْوَاجِبُ أَنْ يُحْسَنَ الظَّنُّ بِأَصْحَابِ الرَّسُولِ وَأَنْ يَكُفَّ عَمَّا جَرَا بَيْنَهُمْ، وَأَنْ لَّا يُحْمَلَ شَيْءٌ مِمَّا فَعَلُوهُ أَوْ قَالُوهُ إِلَّا عَلٰى وِجْهَةِ الْخَيْرِ وَحُسْنِ الْقَصْدِ وَسَلَامَةِ الْاِعْتِقَادِ، وَأَنَّهُ مُسْتَنِدٌ إِلَى الْاِجْتِهَادِ، لِمَا اسْتَقَرَّ فِي الْأَسْمَاعِ وَتَمَهَّدَ فِي الطِّبَاعِ وَوَرَدَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ وَالْآثَارُ مُتَوَاتِرَةً وَآحَاد مِنْ غُرَرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَ اتِّفَاقِ الْأُمَّةِ عَلٰى مَدْحِهِمْ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ بِفَضْلِهِمْ مِمَّا هُوَ فِي اشْتِهَارِهٖ يُغْنِيْ عَنْ إِظْهَارِهٖ وَأَنَّ أَكْثَرَ مَا وَرَدَ فِي حَقِّهِمْ مِنَ الْأَفْعَالِ الشَّنِيْعَةِ وَالْأُمُوْرِ الْخَارِجَةِ عَنْ حُكْمِ الشَّرِيْعَةِ فَلَا أَصْلَ لَهَا إِلَّا تَخَرُّصَاتِ الْأَهْوَاءِ وَتَصَنُّعَاتِ الْأَعْدَاءِ"۔[2]

''یہ واجب اور ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے متعلق حسن ظن رکھا جائے ان کے درمیان کے اختلافات اور جھگڑوں کے تذکرے سے باز رہا جائے اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے یا کہا ہے اس کو صرف بہتر رخ کی طرف پھیرا جائے اور اس کو اجتہاد پر محمول کیا جائے، کیونکہ ان کی تعریف اور ان کی فضیلت کے سلسلہ میں وارد شدہ کلمات والفاظ کانوں میں پیوست ہیں اور

(۱) أصحاب رسول الله ﷺ ومذاهب الناس فيهم، لعبد العزيز العجلات:(ص:۲۳)

(۲) غاية المرام:(۱/ ۳۹۰)

Scanned with CamScanner

نفوس میں بیٹھے ہوئے ہیں اس سلسلہ میں وارد روایات متواتر اور صحیح ہیں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی سے ثابت ہیں اور اس پر امت کا اتفاق بھی ہے۔

یہ بات اتنی مشہور ہے کہ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے، جن روایات میں صحابہ کرام کی جانب اعمال قبیحہ کی نسبت کی گئی ہے ان میں سے اکثر روایتوں کی کوئی حقیقت اور اصل نہیں ہے، یہ محض خواہشات کی پیروی کرنے والوں کی ذہنی کاوشیں اور دشمنوں کے کرتوت ہیں"۔

انہوں نے مزید لکھا ہے:

"وَمَا ثَبَتَ نَقْلُهُ وَلَا سَبِيلَ إِلَى الطَّعْنِ فِيهِ فَمَا كَانَ يَسُوغُ فِيهِ الِاحْتِمَالُ وَالتَّاوِيلُ فِيهِ بِحَالٍ ، وَالْوَاجِبُ أَنْ يُحْمَلَ عَلَى أَحْسَنِ الِاحْتِمَالَاتِ ، وَأَنْ يُنَزَلَ عَلَى أَشْرَفِ التَّنْزِيلَاتِ ، وَإِلَّا الْكَفُّ عَنْهُ وَالِانْقِبَاضُ مِنْهُ، وَأَنْ يَعْتَقِدَ أَنَّ لَهُ تَأْوِيلًا لَمْ يُوصِلْ إِلَيْهِ وَلَمْ يُوقَفْ عَلَيْهِ ، إِذْ هُوَ الْأَلْيَقُ بِأَرْبَابِ الدِّيَانَاتِ وَأَصْحَابِ الْمُرُوَّاتِ ، وَ أَسْلَمُ مِنَ الْوُقُوعِ فِي الزَّلَاتِ وَلِكَوْنِ سُكُوتِ الْإِنْسَانِ عَمَّا لَا يَلْزَمُهُ الْكَلَامُ فِيهِ أَرْجَى لَهُ مِنْ أَنْ يَخُوضَ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ لَا سِيَّمَا اِذَا احْتَمَلَ ذٰلِكَ الزَّلَلَ وَالْوُقُوعَ بِالظَّنِّ وَالرَّجْمَ بِالْغَيْبِ فِي الْخَطَلِ"۔[1]

"البتہ جو روایتیں ثابت ہیں اور اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے تو ان میں سے جس کی کسی صورت تاویل کرنا ممکن ہو تو اس کی بہتر سے بہتر تاویل کرنا لازمی وضروری ہے اور اگر تاویل ممکن نہ ہو تو اس میں خاموشی اختیار کرنا واجب ہے اور یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی تاویل موجود ہوگی مگر ہمارا ذہن اس تک پہنچ نہیں رہا، کیونکہ اربابِ دین اور اصحابِ مروت کے بارے میں یہی لائق ومناسب ہے، اور انسان کو غلطیوں سے محفوظ رکھنے والا یہی طریقہ ہے اس لئے بھی کہ انسان کا ان امور سے متعلق جن میں بولنا لازم نہ ہو خاموش رہنا زیادہ بہتر ہے کہ کہیں وہ لایعنی باتوں میں نہ پڑ جائے خصوصا اس وقت جب پھسلنے کا، بدگمانی کرنے کا اور اندازے لڑانے کا احتمال ہو"۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ خود غرض لوگ ان اجتہادی غلطیوں کو بہت بڑی غلطیاں بنا کر عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں، یہاں تک کہ ہر طبقے سے ان غلطیوں کی تلاش وجستجو ان کا مشغلہ بن جاتا ہے، تاکہ

---

(۱) غایۃ المرام: (۱/۳۹۰)

Scanned with CamScanner

وہ اپنے دل کی خواہش کی پیروی کریں، گویا یہی قضیہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن ہوتا ہے اور اس کو جو مان لے وہ پکا مؤمن بن جاتا ہے اور جو نہ مانے وہ کافر یا فاسق یا گمراہ کہلاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے درمیان جو اختلافات و مشاجرات واقع ہوئے ہیں ان کے بارے میں قابل اعتماد اور دقیق و محقق معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کی تاریخ کے سلسلہ میں ان کے ساتھ ان لوگوں جیسا معاملہ کریں جن کو اللہ نے اپنی کتاب میں پاک قرار دیا ہے، یہی اصل اور بنیاد ہے، اگر تحقیق کرنے والے اور مطالعہ کرنے والے کو کسی روایت کی صحیح سند نہ ملے، تو ایک عام مسلمہ اصول ہے جس کی اتباع کرنا لازمی و ضروری ہے۔

وہ اصول یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس قوم کی تعریف کی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی اور دین کو قائم کرنے کے لئے آپ ﷺ کی معیت میں جہاد کیا۔ کیونکہ اللہ تعالی اس قوم کی تعریف نہیں کر سکتے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ مستقبل میں اس تعریف کے لائق نہیں رہیں گے، کیونکہ وہ ہر چیز کا کامل علم رکھنے والا ہے اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرامؓ انسان ہیں، جن سے غلطی سرزد ہو سکتی ہے ان کو وہم لاحق ہو سکتا ہے اور ان سے کوتاہی ہو سکتی ہے اس سلسلہ میں ان کا حال بنی نوع انسانی کے سبھی افراد کی طرح ہے۔ لیکن ان کو برائی کا الزام دینا، ناکردہ گناہوں کا مجرم قرار دینا، نفاق اور حب سلطنت کی تہمت لگانا یہ سب اللہ کے خلاف جرات کا مظاہرہ کرنا ہے اور اللہ کی صفات میں ایک صفت کے معاملہ اللہ سے جھگڑنے کے مترادف ہے، کیونکہ یقین کیساتھ یہ الزامات لگانے کا تعلق علم غیب سے ہے اور علم غیب صرف اللہ ہی کا خاصہ ہے۔

اسی وجہ سے ہم پر ضروری ہے کہ ہم ان روایتوں سے متاثر ہو کر ٹھوکر کھانے اور اپنا دین و ایمان خراب کرنے سے ہر ممکن کوشش کر کے بچیں۔ قرآن کریم کی ایک آیت ہے:

﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾[1]

ترجمہ: جس بات کی تجھے خبر ہی نہیں ہے اس کے پیچھے مت پڑ کیونکہ کان آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

طبطبائی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

(۱) سورة الاسراء ،آیت:(۳٦)

"وَالْآيَةُ تَنْهٰى عَنْ اِتِّبَاعِ مَا لَا عِلْمَ بِهٖ،وَهِيَ لِإِطْلَاقِهَا تَشْمَلُ الْإِتِّبَاعَ اِعْتِقَادًا وَ عَمَلًا، وَ تَتَحَصَّلُ فِيْ مِثْلِ قَوْلِنَا لَاتَعْتَقِدُ مَا لَا عِلْمَ لَكَ بِهٖ،وَ لَا تَقُلْ مَا لَا عِلْمَ لَكَ بِهٖ،وَلَا تَفْعَلْ مَا لَا عِلْمَ لَكَ بِهٖ،لِأَنَّ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ اِتِّبَاعًاوَ فِيْ ذٰلِكَ اِمْضَاءٌ لِمَا تَقْضِي بِهِ الْفِطْرَةُ الْإِنْسَانِيَّةُ،وَهُوَ وُجُوْبُ اِتِّبَاعِ الْعِلْمِ وَالْمَنْعِ عَنْ اِتِّبَاعِ غَيْرِهٖ،فَإِنَّ الْإِنْسَانَ بِفِطْرَتِهِ الْمَوْهُوْبَةِ لَا يُرِيْدُ فِيْ مَسِيْرِ حَيَاتِهٖ بِاِعْتِقَادِهٖ أَوْ عَمَلِهٖ إِلَّا إِصَابَةَ الْوَاقِعِ وَ الْحُصُوْلَ عَلٰى مَا فِيْ مَتْنِ الْخَارِجِ،وَالْمَعْلُوْمُ هُوَ الَّذِيْ يَصِحُّ لَهٗ أَنْ يَقُوْلَ أَنَّهٗ هُوَ، وَ أَمَّا الْمَظْنُوْنُ وَالْمَشْكُوْكُ وَالْمَوْهُوْمُ فَلَا يَصِحُّ فِيْهَا إِطْلَاقُ الْقَوْلِ بِأَنَّهٗ هُوَ،فَافْهَمْ ذٰلِكَ "۔[1]

''آیت کریمہ ان چیزوں کی پیروی سے منع کرتی ہے جن کے بارے میں علم نہ ہو یہ مطلق حکم ہونے کی وجہ سے عقیدہ اور عمل دونوں کو شامل ہے اور اس کا خلاصہ ہماری زبان میں یہ ہے کہ جس کا تمہیں علم نہیں ہے اس کا عقیدہ نہ رکھو اور جس کا تمہیں علم نہ ہو اس کے بارے میں کچھ مت کہو، کیونکہ ان تمام امور میں پیروی ضروری ہے اور انسانی فطرت کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کی پیروی واجب وضروری ہے اور غیر علم کی پیروی سے بچنا اور باز رہنا ضروری ہے، کیونکہ اپنی فطرت کی وجہ سے انسان اپنے کاروان زندگی میں اپنے اعتقاد یا عمل کے ذریعے صرف حقیقت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور معلوم چیز کو حاصل کرنا چاہتا ہے جس کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ وہی ہے البتہ مشکوک اور موہوم چیز کے بارے میں مطلقاً یہ بات کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ وہی ہے''۔

اسی طرح حسن کاشف الغطاء کہتے ہیں:

"وَأَمَّا مَا لَمْ يَرِدْ فِيْهِ نَصٌّ يَتَبَدَّلُ الْحُكْمُ بِتَبَدُّلِهٖ بِالْخُصُوْصِ فَيَبْقٰى عَلَى الْقَاعِدَةِ مِنْ أَصْلِ عَدَمِ الصِّحَّةِ "۔[2]

''جس کے بارے میں کوئی ایسی نص وارد نہ ہو جس کے بدلنے سے مخصوص حکم بدل جاتا ہو تو وہ اس اصل پر باقی رہتا ہے کہ ''اصل صحیح نہ ہونا ہے''۔

۵)......دشمنان اسلام کا مسلمانوں میں گھسنے کا انوکھا انداز:

پانچویں بات یہ ذہن میں رکھیں کہ اہل بیت کے بلند مقام کی وجہ سے بعض دشمنان اسلام کو مسلمانوں

(۱) تفسیر المیزان:(۹۲/۱۳)

(۲) شرح مقدمة كشف الغطاء:(ص:۲۵)

Scanned with CamScanner

کے درمیان گھسنا آسان ہوگیا ہے، وہ اس طرح کہ انہوں نے اہل بیت سے محبت، عقیدت اور دوستی کا جھنڈا بلند کیا اور ان کے فضائل، مناقب اور مصائب میں من گھڑت روایات گھڑیں۔ عام مسلمان چونکہ اہل بیت سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں اس عقیدت کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے ان روایات کو جرح وتعدیل اور تحقیق وتدقیق کے بغیر ہی قبول کرلیا، اور دشمن بھی یہی چاہتا تھا، چنانچہ وہ بھی مسلمانوں کے زمرے میں آ گئے اور ان کی روایات بھی قبولیت سے نوازی گئیں۔

اسی وجہ سے ائمہ اہل بیت اس بات پر روز دیتے ہیں کہ اہل بیت سے محبت کرنے والے کے لئے ضروری ہے وہ اس سلسلہ میں گھڑے ہوئے اور موضوع آثار وروایات وواقعات سے ہمہ تن چوکنا رہے، چنانچہ امام جعفر صادق بانگ دہل اس کا اعلان کرتے ہیں:

"إِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ صَادِقُونَ لَا نَخْلُو مِنْ كَذَّابٍ يَكْذِبُ عَلَيْنَا فَيَسْقُطُ صِدْقُنَا بِكِذْبِهِ عَلَيْنَا عِنْدَ النَّاسِ "[1]

''ہم اہل بیت سچے لوگ ہیں لیکن کچھ لوگ ہماری طرف نسبت کر کے جھوٹی باتیں بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری سچائی مشکوک ہوجاتی ہے''۔

قاضی شریک بن عبداللہ کی بات سنئے، وہ امام جعفر کے ساتھ رہنے والے لوگوں کا وصف یوں بیان کرتے ہیں اور ان سے روایت کا دعویٰ کرتے ہیں:

"قَالَ أَبُو عُمَر كَشِيُّ: قَالَ يَحيىٰ بنُ عَبدِ الحَمِيدِ الحُمَانِيُّ فِي كِتَابِهِ الْمُؤَلَّفِ فِي إِثْبَاتِ إِمَامَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قُلْتُ لِشَرِيكٍ: إِنَّ أَقْوَامًا يَزْعُمُونَ أَنَّ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، فَقَالَ: أُخْبِرُكَ الْقِصَّةَ، كَانَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ رَجُلًا صَالِحًا مُسْلِمًا وَرِعًا، فَاكْتَنَفَهُ قَوْمٌ جُهَّالٌ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِ، وَيَخْرُجُونَ مِنْ عِنْدِهِ، وَيَقُولُونَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَيُحَدِّثُونَ بِأَحَادِيثَ كُلُّهَا مُنْكَرَاتٌ كَذِبٌ مَوْضُوعَةٌ عَلَى جَعْفَرَ، لِيَسْتَأْكِلُوا النَّاسَ بِذٰلِكَ، وَيَأْخُذُوا مِنْهُمُ الدَّرَاهِمَ، كَانُوا يَأْتُونَ مِنْ ذٰلِكَ بِكُلِّ مُنْكَرٍ، فَسَمِعَتِ الْعَوَامُ بِذٰلِكَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَلَكَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَنْكَرَ"[2]

''ابوعمر کشی نے کہا ہے کہ یحیٰ بن عبدالحمید ثانی نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی امامت کے اثبات میں تالیف کردہ اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے شریک سے کہا کہ بعض لوگوں کا دعوی ہے کہ جعفر

(۱) جامع الرواۃ، حائری: (۲/۲۲۱)

(۲) رجال الکشی: (ص: ۲۰۹)۔ بحارالأنوار، مجلسی: (۲۵/۳۰۳)

Scanned with CamScanner

بن محمد ضعیف الحدیث ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں تمہیں ایک واقعہ سناتا ہوں، جعفر بن محمد صالح متقی مسلمان تھے، چند جاہل لوگوں نے آپ کی صحبت اختیار کی، وہ جعفر کے پاس جاتے اور ان کے پاس سے واپسی پر کہتے کہ ہمیں یہ بات محمد بن جعفر نے بتائی پھر ایسی حدیثیں روایت کرتے جو سب کی سب منکر، جھوٹ اور من گھڑت ہوتی تھیں، تاکہ اس کے ذریعہ وہ لوگوں سے مالی فائدہ اٹھائیں اور ان سے درہم و دینار حاصل کریں اس طریقے سے وہ ہر منکر بات بیان کرتے، چنانچہ میں نے عوام سے اس بارے میں سنا۔ ان میں سے بہت سے ہلاک ہوئے اور بہت سوں نے اس کا انکار کیا''۔

امام جعفر صادقؒ نے بھی یہی کہا ہے:

''كَانَ الْمُغِيرَةُ بْنُ سَعِيدٍ يَعْتَمِدُ الْكِذْبَ عَلٰى أَبِىْ، وَيَأْخُذُ كُتُبَ أَصْحَابِهٖ، وَ كَانَ أَصْحَابُهُ الْمُسْتَتِرُوْنَ بِأَصْحَابِ أَبِىْ، يَأْخُذُوْنَ الْكُتُبَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِىْ فَيَدْفَعُوْنَهَا إِلَى الْمُغِيرَةِ، فَكَانَ يَدُسُّ فِيْهَا الْكُفْرَ وَالزَّنْدَقَةَ وَيُسْنِدُهَا إِلٰى أَبِىْ، ثُمَّ يَدْفَعُهَا إِلٰى أَصْحَابِهٖ وَيَأْمُرُهُمْ أَنْ يَبُثُّوْهَا''[1]

''مغیرہ بن سعید میرے والد پر جھوٹ گھڑتے، وہ اپنے ساتھیوں کی کتابیں لیتے اور اس کے ساتھ میرے والد کے ساتھیوں میں گھسے ہوئے تھے وہ میرے والد کے ساتھیوں سے کتابیں لیتے تھے اور مغیرہ کو دیتے وہ ان کتابوں میں کفر اور زندقہ ٹھونستا اور میرے والد کی طرف منسوب کرتا، پھر اپنے ساتھیوں کے حوالہ کر کے کہتا کہ ان کتابوں کو خوب آگے پھیلاؤ''۔

۶)......اہل بیت کے فضائل میں من گھڑت روایات کی بھرمار:

اہل بیت کے فضائل، مناقب اور مصائب میں روایت کردہ موضوع، جھوٹی اور من گھڑت روایات بالکل اسی طرح ہیں جیسے صحابہ کے فضائل میں ہوتی ہیں، جن کا تذکرہ پہلے ہوا چکا، یہ روایتیں اصحاب کے سلسلہ کی روایات سے دس گنا زیادہ ہیں، اسی وجہ سے فضائل کی احادیث کو بلا تحقیق قبول کرنا، ان کی نشر و اشاعت کرنا اور ان کے بارے میں غلو کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے مگر ان کی سندوں کی تحقیق کی جائے اور ان میں سے صحیح روایتوں کو چھانٹ کر بیان کیا جائے۔

---

(۱) الحدائق الناضرة: [۱/ ۵۰]۔ بحار الانوار، مجلسی: [۲/ ۲۵۰]

۷)......کیا فضائل کے حقدار صرف اہل بیت ہیں؟

اہل بیت کے حق میں بیان کئے گئے فضائل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہی ان فضائل کے حقدار ہیں، یہ صرف انہی کیساتھ خاص ہیں، دوسرے حضرات ان فضائل میں شریک نہیں ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں، کیونکہ یہ اصول اور قاعدہ کلیہ ہے کہ ''کسی شرف سے تخصیص کا مطلب یہ نہیں کہ اس شرف سے دوسروں کی نفی ہوجاتی ہے''۔

اگر ہم کہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے متعلق فرمایا:

''لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ''[1]

''میں کل جھنڈا اس شخص کے حوالے کروں گا جس کے ہاتھوں اللہ فتح نصیب کرے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ ورسول اس سے محبت کرتے ہیں''۔

کیا اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ شرف باقی اہل بیت کو حاصل نہیں؟ حضرت حسن و حسین سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ محبت نہیں کرتے؟

ظاہر ہے فطری طور پر یہی جواب ہوگا کہ نہیں، ایسا نہیں ہے، بلکہ وہ دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان کا خصوصیت سے تذکرہ فرما کر ان کو عزت وشرافت میں سرفراز فرمایا ہے اور ان کی قدر بڑھائی ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسی شرف سے تخصیص کا مطلب یہ نہیں نکلتا کہ اس شرف سے دوسروں کی نفی ہوجاتی ہو۔

۸)......صرف نسب پر اعتماد کافی نہیں:

جس طرح ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ایمان، نسب اور نبی کریم ﷺ کی قرابت کی وجہ سے اہل بیت کے ہر ہر فرد سے محبت کریں، اسی طرح اگر ان میں سے کسی سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اس گناہ کی بقدر ہی اس کو مجرم قرار دیں، کیونکہ اہل بیت معصوم نہیں جس طرح صحابہ معصوم نہیں، لہٰذا جس طرح عام امتیوں کے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم ہے وہی معاملہ ان کیساتھ بھی کریں، کیونکہ کامیابی کیلئے محض نسب کافی نہیں، بلکہ اصل عمل صالح ہے، ہاں اس کیساتھ نسب بھی مل جائے تو نور علی نور، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

(۱) الصحیح للبخاری، الرقم: [۲۹۴۲]

"مَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ"[1]

ترجمہ: جس کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ دے تو اس کا نسب اس کو آگے نہیں لے جاسکتا۔

۹)......اہل بیت صرف چند افراد میں محدود نہیں:

اہل بیت کو صرف علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ اور حسینؓ کے نو بچوں میں محدود کرنا کسی بھی طرح بھی صحیح نہیں ہے اور یہ حقیقت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر اہل بیت کی حق تلفی بھی ہے۔

اس میں بہت سے ان لوگوں کی حق تلفی ہوتی ہے جو اہل بیت میں سے ہیں اس میں پاکیزہ نسب اور اس پر مرتب ہونے والے حقوق سے ان کی محرومی ہے۔ یہ بعض حقوق تعبدی ہیں تو بعض مالی، جن حقوق کو اللہ تبارک وتعالی نے مقرر کیا ہے اور ان پر راضی ہوا ہے۔ اس موقع پر اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے، کتاب رفقائے نبی ﷺ میں علامہ پھلواروی صاحبؒ نے اس پر خوب کلام کیا ہے، وہاں ملاحظہ فرلیں۔

۱۰)......تاریخ کے قابل اعتماد مراجع ومصادر:

۱)......الطبقات الکبریٰ (المعروف طبقات ابن سعد) (متوفی ۲۳۰ھ)

تاریخ کے باب میں یہ کتاب بڑی اہم ہے، یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے، مصنفؒ نے روایات کو سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے، اور واقدی جیسے ضعیف اور متروک رواۃ سے چوکنا ہو کر انہوں نے روایات ذکر کی ہیں، اس کتاب کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ سیرت نبوی، تراجم اور اخبار کی سب سے قدیم کتابوں اور مصادر ومراجع میں سے ہے۔

۲)......تاریخ خلیفہ بن خیاط

یہ کتاب اگرچہ طبقات ابن سعد سے چھوٹی ہے، لیکن اس کا امتیاز یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں رونما ہونے والے واقعات کے سلسلہ میں اس کے متون محفوظ ہیں۔

۳)......تاریخ الامم والملوک (المعروف تاریخ طبری)

کتاب میں کثرت سے واقعات، آثار اور روایتیں مذکور ہیں، لیکن اس میں صحیح اور غلط سب کچھ ہے، اس سلسلہ میں علامہ طبری کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ انہوں نے تمام روایات کی مکمل سندیں بیان کی ہیں، اور اصول یہ ہے کہ جس نے روایت سند کے ساتھ بیان کردی، اس نے ذمہ داری سے سبکدوش ہوکر روایت کو دوسروں کے حوالہ کردیا کہ وہ خود تحقیق کرلے اور پھر آگے بیان کرے۔

(۱) الصحیح لمسلم، الرقم: [۲۶۹۹]

Scanned with CamScanner

۴)......البدایہ والنھایہ (المعروف تاریخ ابن کثیر)

یہ کتاب اگرچہ سابقہ کئی کتب مثلاً تاریخ طبری وغیرہ کا خلاصہ ہے، لیکن اس کی اہمیت اور خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے بہت سی تاریخی روایات کی جانچ پڑتال کی ہے، کیونکہ وہ حدیث اور علم حدیث کے امام تھے۔

۵)......تاریخ دمشق (المعروف تاریخ ابن عساکر)

یہ تاریخ کا عظیم ذخیرہ وسرمایہ ہے، اس کتاب میں ان تمام صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور بعد کی ان بڑی شخصیات کا تذکرہ ہے جو مصنف کی وفات تک ملک شام آئیں، اس کتاب کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ اس میں ہر واقعے کی مکمل سند موجود ہے۔

۶)......تاریخ اسلام (از علامہ شمس الدین ذھبی)

یہ کتاب بہت ہی مفید ہے، اس میں تاریخ اسلام مکمل آ گئی ہے، اس کا امتیاز یہ ہے کہ حافظ علامہ ذہبی نے بعض تاریخی واقعات، احادیث اور روایات پر نوٹ تحریر فرمائے ہیں، اور ان کے یہ نوٹ بڑے اہم ہیں کیونکہ علامہ علم حدیث اور جرح وتعدیل کے امام ہیں۔

۷)......سیر اعلام النبلاء (از شمس الدین ذھبی)

اس کتاب میں علامہ ذہبی نے صحابہ کرامؓ سے لیکر اپنی وفات تک تاریخ اسلامی کی نابغہ روزگار شخصیات کے حالات وواقعات کا دلنشین انداز میں تذکرہ کیا، اس کا ایک باب سیرت نبوی اور تاریخ خلفائے راشدین کے متعلق مخصوص ہے۔

۸)......تاریخ المدینہ (ابن شیبہ)

یہ بھی ایک اہم اور مفید کتاب ہے، علامہ ابن شیبہ نے تاریخی واقعات کی سند بیان کی ہے، اس میں حضرت عثمان بن عفانؓ کی شہادت کے واقعے کے سلسلہ میں بہت سی اہم روایات ہیں، اس کتاب میں بعض مقامات پر متروک روایات بھی ہیں، کیونکہ اس کتاب کے اصل مخطوطے کا بعض حصہ مفقود ہو گیا تھا، یہی وجہ ہے کہ اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔

۹)......تاریخ ابن خلدون

یہ بھی تاریخ اسلام کا اہم ماخذ ومرجع ہے۔ علامہ ابن خلدون کو تاریخ اور عمرانیات کا بانی تصور کیا جاتا ہے، انہوں نے العبر کے نام سے ہسپانوی عربوں کی تاریخ لکھی تھی لیکن ان کا سب بڑا کارنامہ تاریخ ابن خلدون اور اس کا مقدمہ ہے، جو تاریخ، سیاست، عمرانیات، اقتصادیات اور ادبیات کا خزانہ گرانمایہ ہے۔

Scanned with CamScanner

۱۰)......منتظم فی التاریخ المعروف تاریخ ابن جوزی

یہ کتاب بھی تاریخ اسلام کا اہم ماخذ ومرجع ہے۔اس کا پورا نام المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ہے۔
علامہ ابن جوزی محدث وفقیہ اور مصلح ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین سیرت نگار اور تاریخ دان تھے۔

۱۱)......العواصم من القواصم (ابوبکر ابن عربی)

اس کتاب کو مؤلف کے مقام ومرتبے کی وجہ سے بڑی مقبولیت ملی، کیونکہ ابوبکر بن العربی کا شمار اہم شخصیات میں ہوتا ہے اور اس میں بہت اہم مسائل واضح دلائل اور تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں، یہ کتاب اپنے موضوع میں منفرد ہے، کیونکہ اس میں ہر شبہے کا دوٹوک جواب دیا گیا ہے، البتہ بعض مقامات پر کچھ سختی اور شدت بھی نظر آتی ہے۔

۱۰)......تاریخ کے ناقابل اعتماد مراجع ومصادر:

۱)......الاغانی (ابوالفرج اصفہانی)

یہ شاعری، طنز ومزاح اور لطیفوں کی کتاب ہے، اس کا تاریخ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اصفہانی نے اس کتاب میں جھوٹے واقعات، بے بنیاد خبروں، بے حیائی کی باتوں اور نفرت انگیز قومیت کو بھر دیا، اسی طرح خلفائے امت پر طعن وتشنیع کی گئی ہے، اور بعض اہل بیت کی عظیم شخصیات پر کیچڑ اچھالا گیا، مثلاً اس میں سکینہ بنت حسین کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

۲)......العقد الفرید (ابن عبدربہ)

یہ صرف ادب اور طنز ومزاح پر مشتمل قصوں کی کتاب ہے، یہ تاریخ کی کتاب ہی نہیں ہے، پھر کوئی عقلمند اس کو اسلامی تاریخ کے اہم واقعات کی تحقیق کا بنیادی مرجع کیسے بنا سکتا ہے؟

۳)......الامۃ والسیاسہ (ابن قتیبہ)

یہ کتاب ابن قتیبہؒ کی طرف منسوب کی گئی ہے، ان کی طرف کی گئی مذکورہ نسبت صحیح نہیں ہے، عدم صحت کے کئی دلائل وقرائن موجود ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

۴)......مروج الذھب (المعروف تاریخ مسعودی)

یہ کتاب سندوں سے بالکل خالی ہے، اور عجیب وغریب حکایات وخرافات سے بھری پڑی ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا:

"وَفِی تَارِیْخِ الْمَسْعُوْدِیْ مِنَ الْاَکَاذِیْبِ مَا لَایُحْصِیْهِ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰی، فَکَیْفَ یُوْثَقُ

Scanned with CamScanner

بِحِكَايَةٍ مُنْقَطِعَةِ الْإِسْنَادِ ، فِيْ كِتَابٍ قَدْ عُرِفَ بِكَثْرَةِ الْكَذِبِ"۔[1]

تاریخ مسعودی میں اتنے جھوٹ ہیں جن کا شمار اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں کرسکتا، اس کہانی پر کیسے اعتبار کیا جاسکتا ہے جس کی سند منقطع ہو اور ایسی حالت میں ہو جو جھوٹ کی کثرت میں مشہور ہو۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

"فِيْ كُتُبِ الْمَسْعُوْدِيْ وَالْوَاقِدِيْ مِنَ الْمَطْعَنِ وَالْمَغْمَزِ مَا هُوَ مَعْرُوْفٌ مَشْهُوْرٌ بَيْنَ الْحَفَظَةِ الثِّقَاتِ"۔[2]

''مسعودی اور واقدی کی کتابوں میں ایسی مطعون اور جھوٹی روایات ہیں جو حفاظ حدیث اور ثقات کے نزدیک مشہور و معروف ہیں''۔

۵)......شرح نہج البلاغہ (ابن حدید معتزلی)

ابن حدید علمائے جرح وتعدیل کے نزدیک ضعیف ہے، بلکہ اگر کوئی اس کتاب کی تالیف کے سبب پر غور کرے تو اس کتاب اور صاحب کتاب کے ضعف میں شک نہیں یقین ہو جائے گا، یہ کتاب درحقیقت تاتاریوں کے ہاتھوں لاکھوں مسلمانوں کے قتل کا سبب بننے والے وزیر ابن علقمی کیلئے تالیف کی گئی ہے۔

۶)......السقیفہ (سلیم بن قیس)

یہ شخص ہی مجہول اور غیر معروف ہے، تمام اہل علم کے نزدیک اس کتاب کی سند ضعیف ہے، اس میں آل بیت کی تصویر بہت ہی زیادہ مسخ کی گئی، ایسی بعض جھوٹی اور باطل روایتیں بیان کی ہیں، جن سے بہادر شجاع امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؓ کی قدر و منزلت کم ہوتی ہے۔

۷)......السقیفہ (جوہری)

اس کتاب کی کوئی قدر و قیمت نہیں، اس کا مؤلف بھی غیر معروف ہے۔

۸)......تاریخ یعقوبی

اس کتاب میں اکثر روایتیں واقدی اور ابو مخنف لوط بن یحیی سے لی گئی ہیں، اس میں آل بیت اور اصحاب رسول کے بارے میں سندوں کے بغیر مرسلا روایتیں کی گئی ہیں، یہ کتاب درحقیقت دو ابواب پر مشتمل ہے:
پہلے باب میں مصنف نے سابقہ قوموں کے بارے میں خرافات کو جمع کیا ہے، انبیاء کرام کی زندگی اور

---

(۱) منهاج السنه :[۸۴/٤]

(۲) مقدمه ابن خلدون :[۹/۱]

Scanned with CamScanner

واقعات کے سلسلہ میں مصنف کثرت سے انجیل اور تورات سے دلیل پیش کرتے ہیں جبکہ قرآن کریم سے استدلال میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ دوسرے باب میں سیرت نبوی اور خلفائے راشدین کے حالات زندگی کو اختصارِ مخل، منقطع و مرسل روایتوں اور جھوٹی احادیث کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد صامل سلمی لکھتے ہیں:

"هٰذَا الْكِتَابُ يُمَثِّلُ الْاِنْحِرَاف وَالتَّشْوِيَة الْحَاصِل فِیْ كِتَابَةِ التَّارِيْخِ الْإِسْلَامِیْ، وَهُوَ مَرْجَعٌ لِكَثِيْرٍ مِنَ الْمُسْتَشْرِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْرِبِيْنَ الَّذِيْنَ طَعَنُوْا فِی التَّارِيْخِ الْإِسْلَامِیْ وَسِيْرَةِ رِجَالِهٖ"۔[1]

"اس کتاب میں تاریخ اسلامی کے سلسلہ میں انحراف، جھوٹ اور حقیقت کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ کتاب بہت سے مستشرقین اور ان سے متاثر نام نہاد مسلمانوں کا مرجع ہے، جنہوں نے تاریخ اسلامی اور مسلم شخصیات پر کیچڑ اچھالا ہے"۔

۹)......فرائد السمطین (حمویتی)

حافظ علامہ ذہبی نے اس کتاب اور مصنف کے بارے میں لکھا ہے:

"كَانَ حَاطِبَ لَيْلٍ جَمَعَ أَحَادِيْثَ ثُنَائِيَاتٍ وَثُلَاثِيَاتٍ وَرُبَاعِيَاتٍ مِنَ الْأَبَاطِيْلِ الْمَكْذُوْبَةِ"۔[2]

"وہ کسی تمیز کے بغیر ہر طرح کی باتوں کو جمع کرنے والے تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ تک دو، تین اور چار واسطوں سے پہنچنے والی باطل، جھوٹی روایتوں کو جمع کیا ہے"۔

۱۰)......المختصر فی اخبار سید البشر (ابوالفداء)

یہ کتاب بھی مذکورہ بالا کتاب کی طرح ہے، اس میں بہت سی موضوع اور باطل روایتیں اور واقعات جمع کئے گئے ہیں۔

---

(۱) منهج كتابة التاريخ الإسلامی:(ص:۵۲۱)

(۲) الدرر الكامنة:(ص:۶۷،۶۸)

Scanned with CamScanner